اقبال کی چند نایاب تحریریں

ڈاکٹر تحسین فراقی

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیثِ رندانہ
(اقبال)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال سائبر لائبریری
©2002-2006

یوں تو اب تک اقبال کی نثری تحریروں اور خطوں کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں لیکن ان میں کوئی مجموعہ بھی ان اس طرح کی تحریروں کے باب میں حرفِ آخر نہیں کہلا سکتا کیونکہ کبھی نہ کبھی اور کہیں نہ کہیں ان کا کوئی غیر مطبوعہ یا غیر مدون خط یا تقریر یا تقریظ یا اس کا ملخص یا غیر مدوّن بیان وغیرہ ضرور منصۂ ظہور پر آتے رہتے ہیں اور اقبالی ادب میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ چند ماہ پہلے مجھے بعض رسائل و کتب کی ورق گردانی کے دوران اور بعض احباب کی کرم فرمائی سے اقبال کی ایسی چار تحریریں دستیاب ہوئیں جو نایاب اور نادر ہیں۔ ان کی تفصیل تاریخ وار درج ہے۔

(ا) "مولانا عبدالحکیم" ــــــ محمد دین فوق کی کتاب "ملک العلما علامہ عبدالحکیم مع تاریخ سیالکوٹ و مشاہیر سیالکوٹ" (۱۹۲۴ء) پر اقبال کی تقریظ۔

(ب) "ہیر رانجھا گشتہ" پر علامہ کا مختصر تاثر یا تقریظ (تاریخ ندارد)

(ج) "نظامِ عمل" ــــــ محمد عبدالحامد قادری بدایونی کی کتاب میں شامل اقبال کا ایک مختصر خط (۱۹۳۶ء)

(د) "آل انڈیا مسلم لیگ مینی فسٹو" (پمفلٹ) میں شامل اقبال کا ایک غیر مدون اور بہت اہم مکتوب (۱۹۳۶ء)

ذیل میں ان نادر اور نایاب تحریروں کا مختصر تعارف مع متن پیش کیا جاتا ہے:

(ا) فوق (۱۸۷۶-۱۹۴۵) علامہ اقبال کے معاصر اور دوست تھے۔ سیالکوٹ کے موضع گھڑتل کے

رہنے والے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں لاہور آکر پیسہ اخبار میں ملازم ہوئے۔ ان کی تصانیف کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے۔ علامہ نے وقتاً فوقتاً اپنے خطوط میں فوق کی بعض کتب مثلاً یادِ رفتگاں، حریت اسلام، شباب کشمیر، رہنمائے کشمیر اور وجدانی نشتر وغیرہ پر اظہارِ خیال کیا ہے[1]۔ انہی کتب میں فوق کی ایک اہم کتب "ملک العلماء علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ"...... بھی ہے جس کے شروع میں اقبال کی ایک تقریظ بھی شامل ہے۔ فوق نے یہ کتاب ۱۹۲۴ء میں لاہور سے شائع کی۔ ایک سو چھبیس صفحات کی اس کتاب میں تقریباً نصف صفحات اس "فاضلِ سیالکوٹیؒ" کے لیے وقف کیے گئے ہیں اور باقی نصف تاریخ و مشاہیر سیالکوٹ کے لیے۔

فوق کی محررہ اس مختصر سی سوانح عمری سے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کے باب میں جو معلومات ملتی ہیں، ان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ممتاز اور نادرۂ روزگار معقولی اور عالمِ دین تھے۔ علامہ عبدالحکیم عہدِ اکبری میں خاکِ پاک سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ یہیں پرورش پائی۔ یہیں اپنے علمی و معقولی کارناموں کی جوت جگائی اور بالآخر یہیں انتقال کیا۔ ان کی تصانیف کے ذکر میں فوق لکھتے ہیں:

> "مولوی عبدالحکیم کی تصانیف کی صحیح اور مکمل تعداد کسی تاریخ سے معلوم نہیں ہو سکی۔ انھوں نے زیادہ تر منطق و فلسفہ کی ازق ترین عربی کتابوں کے حاشیے اور ان کی شرحیں لکھی ہیں۔ صرف ایک "غنیۃ الطالبین" ایسی بتائی جاتی ہے جس کو آپ نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا[2]۔"

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کی کتب صرف ہندوستان تک محدود نہ رہیں بلکہ صاحبِ "مآثر الکرام" کے بقول بلادِ عرب و عجم میں بھی سائر و دائر ہوئیں۔ فوق نے ان کی کتب کی تعداد بائیس بیان کی ہے۔ چند کتب کے نام یہ ہیں:

حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ مطوّل، حاشیہ شرح مواقف، درۂ ثمینہ در اثباتِ واجب الوجود، حواشی در کنارِ شرح حکمۃ العین، شرحِ التہذیب، دلائل التجدید (حضرت مجدد صاحب کے دعوے کی تائید میں) سیالکوتی التصوّرات (علمِ منطق میں)۔

اپنے عہد میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ "فاضلِ سیالکوٹیؒ" اور "فاضلِ لاہوری" (جیسے اقبال سیالکوٹی ہونے کے باوجود "اقبال لاہوری" کے نام سے بھی معروف ہوئے) کے نام سے بھی متعارف تھے۔ بعض اہم کتابوں مثلاً روضۃ الادبا، حدائق حنفیہ، تاریخ کبیر کشمیر فارسی، روضۃ القیومیہ، مآثر الکرام اور سبحۃ المرجان وغیرہ میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔ ذیل میں علامہ کی تقریظ کا صحیح متن[3] درج

کیا جاتا ہے جو دراصل ایک فلسفی (شاعر) کا ایک فلسفی کو یادگار خراج ہے:

"مولوی عبدالحکیم علیہ الرحمۃ سیالکوٹ کی سرزمین میں پیدا ہوئے جو شاہانِ مغلیہ کے زمانہ میں اسلامی علوم کی ایک مشہور درس گاہ تھی۔ ان کی عالمگیر شہرت آخر شاہجہان تک پہنچی جس نے ان کی قدر افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ دربارِ دہلی میں بادشاہ کے اشارہ سے بڑے بڑے معرکۃ الآرا مذہبی و فلسفیانہ مباحث ہوا کرتے تھے جن میں سیالکوٹی فلسفی کی نکتہ آفرینیاں اور موشگافیاں وسطِ ایشیا اور ایران کے حکماء کو محوِ حیرت کیا کرتی تھیں۔"

"ان کی فلسفیانہ تصانیف میں "سیالکوتی علی التصورات" ایک مشہور رسالہ ہے جو کچھ مدت ہوئی مصر میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی کتابیں ہیں جو اسلامی ممالک میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز ہیں۔ توحید باری تعالیٰ پر بھی ان کا ایک خاص رسالہ ہے جو شاہجہان کی فرمائش سے لکھا گیا تھا میری نظر سے گزرا ہے مگر غالباً آج تک شائع نہیں ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کے خیالات کا بیشتر حصہ اب "قدیم پارینہ" ہے لیکن اسلامی فلسفے کا مؤرخ اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔"

"سیالکوٹ میں ان کی مسجد اور تالاب اب تک ان کی یادگار ہیں مگر افسوس ہے کہ ان کا مزار جو تالاب کے قریب ہی واقع ہے نہایت کسمپرسی کی حالت میں اہلِ سیالکوٹ کی بے حسی اور مردہ دلی کا گلہ گزار ہے۔"

"منشی محمد الدین صاحب فوق نے جن کی تاریخی کرید مشہور ہے، مولانا مرحوم کے حالاتِ زندگی لکھ کر ملک اور قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان کی یہ تصنیف نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔"

"اس رسالہ میں ضمناً سیالکوٹ شہر کے تاریخی حالات بھی ہیں جو نہایت تجسس اور تلاش سے فراہم کیے گئے ہیں۔ اہلِ سیالکوٹ کو ان حالات سے بالخصوص دلچسپی ہوگی۔"

محمد اقبال ۳ دسمبر ۱۹۲۴ء

(پ) تقریظ یا تاثر کے ذیل میں علامہ کی دوسری مختصر تحریر "رہبر را نجھا کشتہ" پر ہے۔

مولا بخش کشتہ (۱۸۷۶ء - ۱۹۵۵ء) پنجابی کے ممتاز شاعر تھے۔ ان کی تصنیفات میں "دیوان کشتہ" "پنجابی شاعراں دا تذکرہ" اور "ہیر رانجھا کشتہ" شامل ہیں۔ دیوان کشتہ کو کشتہ صاحب نے ردیف وار مرتب کیا اور فارسی اور کلاسیکی اردو غزل کے اسالیب کو پنجابی غزلوں میں دل کھول کر برتا۔ "ہیر رانجھا" انہوں نے ۱۹۱۱ء میں تصنیف کی۔ اس کا پہلا ایڈیشن امرتسر میں اسی سال شائع ہوا۔ اس کے تقریظ نگاروں میں عبدالحلیم شرر جیسے ممتاز ادیب بھی شامل تھے لیکن اس پہلے ایڈیشن میں علامہ کی تقریظ شامل نہیں۔ قیاس ہے کہ "ہیر رانجھا کشتہ" شائع ہونے کے بعد علامہ کی خدمت میں روانہ کی گئی اور علامہ نے اس پر ذیل کا تاثر رقم کیا:

"کشتہ صاحب کی پنجابی نظم موسوم بہ ہیر رانجھا بڑی خوبی سے جدید طرز پر لکھی گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مقبولِ عام ہوگی۔

محمد اقبال لاہور"

یہ بات اقبال شناسوں کے علم میں ہے کہ اقبال کا پنجابی ادب کا مطالعہ خاصہ وسیع تھا۔ ان سے چند پنجابی شعر بھی یادگار ہیں۔ اپنے عہد کے پنجابی شعراء مثلاً استاد عشق لہر، مولا بخش کشتہ، اور سر شہاب الدین (مسدس حالی کے ممتاز پنجابی مترجم) سے ان کے خصوصی تعلقات تھے۔ تقریظ نگاری میں اقبال عموماً فیاض واقع ہوئے تھے۔ شاید اسی باعث انہوں نے "ہیر رانجھا کشتہ" کے باب میں مندرجہ بالا تاثر رقم کر کے اس کی ممکنہ مقبولیت کی پیش گوئی کی۔ ہیر رانجھا کشتہ (کل صفحات ۱۵۴) بلاشبہ رواں، صاف اور جدید اسلوب میں لکھی گئی ہے لیکن جو معارف و بصائر اور زبان و بیان پر حاکمانہ عبور کے جو شواہد قدم قدم پر "ہیر وارث شاہ" میں ملتے ہیں وہ نہ مقبل کی ہیر میں ہیں نہ فضل شاہ کی ہیر میں اور نہ ہی "ہیر رانجھا کشتہ" میں۔

علامہ اقبال کی مندرجہ بالا تحریر ان کے اپنے سوادِ خط میں اقبال اکادمی (لاہور) کے نوادرات میں محفوظ ہے۔ میں نے اس کا عکس اکادمی کی لائبریری سے حاصل کیا ہے جو ان اوراق میں پیش ہے۔ ویسے پنجدریا (لاہور) کے "کشتہ نمبر" (۱۹۶۰ء) میں بھی اسی تحریر کا عکس شامل کیا گیا ہے۔

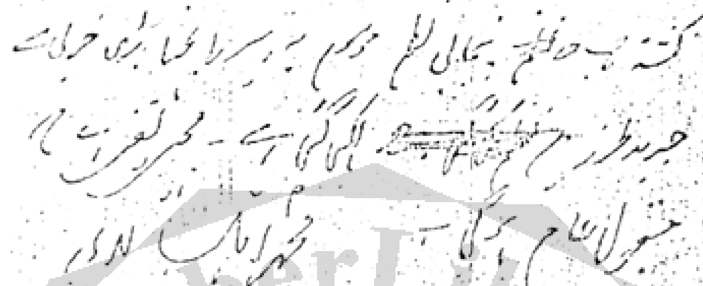

"پیر انجم گشتہ" پر اقبال کے مختصر تاثر کا عکس

(ج) محمد عبدالحامد قادری بدایونی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۷۰ء) علامہ کے جونیئر معاصرین میں تھے۔ ان کا خاندان صدیوں سے علمی اور مذہبی خدمات کے باب میں مشہور و ممتاز تھا۔ خود مولانا عبدالحامد بدایونی کی سیاسی اور مذہبی خدمات لائقِ تعریف ہیں۔ عبدالحامد مولانا عبدالماجد بدایونی کے برادرِ خورد تھے۔ ان سے کئی کتب یادگار ہیں جن میں اسلام و سائنس، فلسفہ عباداتِ اسلامی، تصحیح العقائد، الجواب المشکور (عربی) اور نظامِ عمل لائقِ ذکر ہیں۔ مولانا بدایونی تخلیقِ پاکستان کے بعد پاکستان چلے گئے تھے تحریکِ پاکستان میں ان کی خدمات مسلّم ہیں۔ وفات کراچی میں ہوئی۔

"نظامِ عمل" (کل صفحات ۲۲۴) ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں توحید، رسالت، صلوٰۃ و متعلقاتِ صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، حکومت و سلطنت کا اسلامی نظامِ عمل، اسلام کا نظامِ تجارت، اسلام کا نظامِ وراثت، بحث ملائکہ داجنّہ وغیرہ کا قرآن، حدیث اور فقہ کی روشنی میں صاف، رواں اور عام فہم اسلوب میں جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں جن مشاہیر کی تقاریظ شامل ہیں ان میں حسین احمد مدنی، سید سلیمان ندوی، راغب بدایونی، سر راس مسعود، علامہ عبداللہ یوسف علی، عبدالماجد دریا آبادی اور اقبال قابلِ ذکر ہیں۔ ذیل میں بدایونی صاحب کے نام اقبال کا خط درج کیا جاتا ہے جو کتاب میں تقریظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے:

"جناب مولانا السلام علیکم
آپ کی کتاب نظام عمل میں نے دیکھی۔ اس زمانہ میں جبکہ احکام دین سے
بے خبری عام ہو گئی ہے، آپ کی کتاب عام مسلمانوں کے لیے ہدایت کا مرقع
ثابت ہو گی۔ جزاک اللہ احسن الجزاء

محمد اقبال

۵ نومبر ۳۶ء"

(د) علامہ اقبال کا تنہا یہی کارنامہ نہیں کہ انہوں نے برعظیم کے مسلمانوں میں ایک فکری انقلاب برپا کیا بلکہ عملاً بھی انہوں نے ان کی اصلاح اور بہتری کے لیے سرتوڑ جدوجہد کی۔ مسلمانوں کے الگ قومی تشخص کے ابھارنے میں ان کی کوششیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں انہوں نے عملاً سیاست میں حصہ لینے کا آغاز کیا۔ پنجاب کونسل کے لیے الیکشن لڑا اور اپنے حریف ملک محمد دین کو شکست دے کر تین ہزار ووٹوں کی اکثریت سے مقابلہ جیتا۔ ۱۹۳۰ء میں انہوں نے اپنا شہرۂ آفاق خطبۂ الٰہ آباد دیا اور برعظیم میں مسلم تشخص کا ایک اور سنگِ بنیاد رکھا۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء تک وہ پنجاب کونسل کے رکن رہے۔ اس دوران انہوں نے بجیلیٹو کونسل میں شہری و دیہاتی چپقلش کا بغور جائزہ لیا جو دراصل یونینسٹ پارٹی کی پیدا کردہ تھی۔

۱۹۳۰ء کے خطبۂ الٰہ آباد کا تکملہ قائد اعظم کے نام اقبال کے ان دو خطوط سے ہوتا ہے جو انہوں نے قائداعظم کو ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء اور ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو لکھے۔ اس سے ایک سال قبل اپنی شدید علالت کے باوجود انہوں نے قائد اعظم کی جانب سے مسلم لیگ مرکزی پارلیمانی بورڈ کا رکن بننے کی دعوت منظور کر لی تھی۔

۸ جون ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ کونسل اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے قائداعظم نے مسلم لیگ کا انتخابی منشور منظور کرایا۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کو اس لیے تشکیل دیا گیا تھا تاکہ حکومتِ برطانیہ کی جانب سے ۱۹۳۷ء میں منعقد ہونے والے انتخابات میں حصہ لیا جا سکے۔ اسی مرکزی پارلیمانی بورڈ کے تحت صوبائی بورڈ تشکیل دیے گئے اور اقبال کو پنجاب پراونشل پارلیمانی بورڈ کا صدر نامزد کیا گیا تھا۔[۵] ۸ مئی ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ اور قائداعظم کی حمایت میں اور موخر الذکر کی خدمات کو شاندار خراج پیش کرتے ہوئے ایک اپیل مسلمانانِ پنجاب کے نام ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کی گئی تھی۔ اس اپیل کا متن گفتارِ اقبال ،

(مرتبہ رفیق افضل) کے ص ۲۰۳ - ۲۰۵ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس اپیل پر ۵۱ حضرات کے دستخط تھے جن میں سرفہرستِ اقبال کے دستخط تھے۔ اس مشترکہ اپیل کے علاوہ اقبال نے پراونشل پارلیمانی بورڈ کے صدر کی حیثیت سے اپنے انفرادی حوالے سے ایک الگ اپیل بھی مسلمانانِ پنجاب کے نام کی تھی۔ یہ اپیل خط کی صورت میں آل انڈیا مسلم لیگ مینی فسٹو کے آغاز میں شائع ہوئی جو ایک پمفلٹ کی صورت میں میکلیگن پریس لاہور سے شائع کیا تھا۔ یہ پمفلٹ مجھے ممتاز محقق جناب خلیل الرحمٰن داؤدی نے مرحمت کیا۔ ان کے تشکر کے ساتھ ذیل میں علامہ کی اپیل مورخہ ۶ جولائی ۱۹۳۶ء کا متن مع عنوان درج کیا جاتا ہے:

"علامہ ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال کا خط مسلمانانِ پنجاب کے نام"

جناب مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یکم اپریل، ۱۹۳۷ء سے نئی اصلاحات ملک میں نافذ ہوں گی اور پنجاب لیجلیٹو اسمبلی کے لیے انتخابات تاریخ مذکور سے پہلے عمل میں آجائیں گے۔ اگر مسلمانانِ ہند نے ملک و قوم کے موجودہ حالات کا جائزہ لے کر ایک صحیح اور واضح حکمتِ عملی اختیار نہ کی تو ان کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا قوی احتمال ہے۔ گزشتہ پندرہ سالہ سیاسی دور کی تاریخ جس میں دو عملی یا نیم جمہوری اصلاحات پر عمل درآمد رہا اس حقیقت کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے بحیثیت قوم ان ابتدائی اصلاحات سے وہ فائدہ نہیں اٹھایا جو انہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ اس کوتاہی کے ذمہ دار کون لوگ ہیں اور کیوں؟ اس امر کو زیرِ بحث لانے کا یہ مقام نہیں۔ انشاءاللہ عنقریب پنجاب کے اس سیاسی دور پر تبصرہ کیا جائے گا۔ آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے اپنے منشورِ عام میں بعض ایسے حقائق و واقعات کی طرف قوم کی توجہ مبذول کر دی ہے اور آئندہ کا پروگرام بھی آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ان واقعات کی تفصیلات سے بے خبری اور قوم کا باہمی تفرقہ کہیں پھر وہ صورت نہ پیدا کر جائے کہ آنے والی اصلاحات سے بھی ہم بحیثیت قوم پورا فائدہ اٹھانے سے محروم رہ جائیں اور جو قومی ترقی فرقہ وار فیصلہ نے ان اصلاحات کے ماتحت ہمارے لیے ممکن الحصول کر دی ہے، اس کا حاصل کرنا ہم سے بعید ہو جائے۔

IqbalCyberLibrary.Net

یہی خدشہ ہے جسے مدِ نظر رکھ کر مسلم لیگ نے صوبجاتی انتخابات میں قوم کی رہنمائی کو اپنا فرض سمجھا ہے۔ لیگ کی یہ فرض شناسی اس صورت میں بارآور ہوسکتی ہے جب قوم بھی فرض شناسی سے کام لے اور اس مسئلہ میں لیگ کی ہدایات اور اس کے پروگرام سے تمسّک[6] کرے۔ مسلم لیگ اور صرف مسلم لیگ کے ٹکٹ پر صوبجاتی اسمبلی میں جانے والے افراد سے توقع ہوسکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے محافظ ہوں گے اور ملک کی آئینی ترقی کے لیے سعی بلیغ کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔ جو لوگ اپنے مخصوص سیاسی نظریے کی وجہ سے مسلمانانِ ہند کی مرکزی پالیسی پر کاربند ہونے کا اقرار نہیں کر سکتے۔ ان سے اس قسم کی توقعات رکھنا مشکل ہے۔ میں آپ کو اسلام اور ملک کے اندر اس کے صحیح سیاسی مفاد کا سچا خیر خواہ سمجھتے ہوئے مستدعی ہوں کہ آپ مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ کی ہر ممکن امداد کریں اور اس کے نامزد کردہ امیدوارانِ اسمبلی کے لیے اپنا اثر اور رسوخ صرف کر کے انہیں کامیاب کرائیں۔ اس نازک دور میں اس خدمت سے بڑھ کر اور کوئی اسلامی اور ملکی خدمت نہیں ہوسکتی۔"

والسلام

(سر) محمد اقبال

(جاوید منزل میورو روڈ ۸ جولائی ۱۹۳۶ء)

واضح رہے کہ اپنی شدید علالت کے باعث بالآخر اقبال نے ۱۳ اگست ۱۹۳۶ء کو مذکورہ صوبائی پارلیمانی بورڈ سے استعفیٰ دے دیا گرچہ صوبائی لیگ سے ان کا تعلق بحیثیت صدر بہر حال رہا۔

حواشی

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "انوارِ اقبال" (مرتبہ بی۔ اے۔ ڈار) ص ۵۱۔۷۷،

۲۔ "ملک العلما علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ......" ص ۵۰

۲۔ قبل ازیں اس تقریظ کا متن مقالاتِ اقبال ۱۹۶۳ء (مرتبہ معینی) میں شائع ہوچکا ہے لیکن یہ بہت حد تک صحت سے عاری ہے۔

۴۔ اقبال کا اشارہ غالباً "درہ تمنیہہ در اثباتِ واجب الوجود" کی جانب ہے۔

۵۔ یہ مطلعات بیشتر ڈاکٹر جاوید اقبال کی زندہ رود (جلد سوم) سے ماخوذ ہیں۔

۶۔ مراد "تمسک" ہے۔

Iqbal Cyber Library.Net All rights reserved ©2002-2006